السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

نماز جنازہ میں ہر تکبیرات کہنے کے وقت ہاتھوں کا اٹھانا مسنون ہے، یا نہیں اور ہر تکبیر میں رفع الیدین کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

جنازہ میں تکبیرات ہاتھ اٹھانا نہ اٹھانے سے بہتر ہے۔

خرج البیہقی عن ابن عمر کان یرفع یدیہ فی جمیع تکبیرات الجنازہ قال الحافظ سندہ صحیح وعلقہ البخاری ووصلہ فی جزء رفع الیدین ورواہ الطبرانی فی الاوسط وروی الشافعی عن سمع سلمة بن وردان یذکر ممن انس انہ کان یرفع یدیہ کلما کبر علی)) الجنازۃ وروی ایضاً الشافعی عن عروۃ وابن المسیب مثل ذلک قال و علی ذلک ادرکنا اھل العلم ببلدنا وحکاہ ابن المنذر عن ابن عمر و عمر بن عبد العزیز وعطاء وسالم بن عبد اللہ وقیس بن ابی حازم والزہری والاوزاعی واحمد واسحاق واختارہ ابن المنذر وقد صح عن ابی عباس انہ کان یرفع یدیہ فی تکبیرات الجنازۃ راوہ سعید بن منصور۔)) تلخیص للحافظ ابن حجر ملتقتا

بیہقی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ جنازہ کی سب تکبیروں میں اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے، حافظ ابن حجر نے اس روایت کی سند کو صحیح کہا ہے، اور امام بخاری رحمة اللہ اس کو اپنی تعلیقات میں لائے ہیں، اور اپنے رسالہ میں جزء رفع الیدین میں اس کو موصول بھی بیان کیا ہے، اور طبرانی نے اس کو اوسط میں روایت کیا ہے، اور شافعی نے اس شخص سے روایت کی ہے، جس نے سلمہ بن وردان سے سنا جو وہ انس سے روایت کرتا ہے کہ وہ جب جنازہ پر تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور شافعی نے عروہ اور ابن مسیب سے بھی اسی طرح روایت کی ہے، اور کہا کہ اسی پر یعنی اپنے شہر میں اہل علم کو پایا۔ ۱۲۔ اور ابن منذر نے بھی اس کو عبداللہ بن عمر اور عمر بن عبد العزیز اور عطاء اور سالم بن عبد اللہ اور قیس بن ابی مازم اور زہری اور اوزاعی اور احمد واسحاق سے حکایت کیا ہے، اور اس کو پسند کیا ہے، حافظ ابن حجر کی تلخیص میں ہے کہ سعید بن منصور نے روایت کی ہے کہ عبداللہ ابن عباس سے ثابت ہے کہ وہ جنازہ کی تکبیروں میں اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے۔ ۱۲۔ عبدالودود

اور درمیان تکبیرات کے ہاتھ باندھ لینے چاہیے، کیونکہ یہ بھی نماز ہے، اور نماز میں ہاتھ باندھنا سنت ہے۔

(حررہ عبد الجبار بن عبد اللہ الغزنوی عفی اللہ عنہما) (فتاویٰ غزنویہ ص ۹۹۔ ۱۰۰)

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 05 ص 121

محدث فتویٰ